تار کا پتہ "انجمن" علی گڑھ

ٹیلیفون نمبر ۲۹

انجمن ترقی اردو ہند کا پندرہ روزہ اخبار

ہماری زبان

قیمت فی پرچہ دو آنے

سالانہ چندہ "دو روپے"

ایڈیٹر آل احمد سرور

جلد ۱۵ | یکم اکتوبر سنہ ۱۹۵۶ع | علی گڑھ
نمبر ۱۹

انجمن کی خبریں

بیجاپور جناب معین الدین صاحب خطیب اطلاع دیتے ہیں۔ جناب سید حبیب الدین صاحب بخشی نے کنوینر کی حیثیت سے ۱۰ دن کام کیا اور انجمن کے ۲۲۰ ممبر بنائے اور انجمن ترقی اردو ہند کے قواعد کے مطابق ۳۰ ستمبر ۵۶ء کو جلسہ عام بلاکر شہر بیجاپور کی شاخ قائم کی جس کے عہدہ دار اور ارکان مجلس یہ ہیں:- صدر، جناب سید سراج الدین صاحب قاضی نائب صدر۔ جناب شری دتاترے صاحب چھترے، سکریٹری جناب معین الدین عبدالرحمن صاحب خطیب، نائب سکریٹری جناب محبوب خاں صاحب غزالی۔

ارکان مجلس انتظامیہ: محی الدین صاحب جاگیردار، حبیب شاہ صاحب پٹیل۔ گلشن صاحب بنگی۔ محبوب صاحب قادری سادات، سید عبدالرزاق صاحب قادری، معین الدین صاحب مستریال۔ زین الدین صاحب بیلف۔ رفیع الدین صاحب نقوی۔ محبوب صاحب اندیکر۔ مصلح الدین صاحب فاروقی سید حبیب الدین صاحب بخشی۔

علی گڑھ انجمن ترقی اردو ہند کی مجلس عاملہ، مجلس عام، مجلس مالیہ، لٹریری کمیٹی اور رسم خط کمیٹی کے جلسے انجمن کے دفتر علی گڑھ میں ۲۹ اور ۳۰ ستمبر کو ہو رہے ہیں۔

بمبئی انجمن ترقی اردو بمبئی کا عام انتخابی جلسہ ۲۲ ستمبر ۵۶ء کو صابو صدیق انسٹیٹوٹ میں منعقد ہو رہا ہے

حیدرآباد ۱۶ ستمبر کو اردو ہال میں مصنفین کا ایک اجتماع ہوا۔ جناب حبیب الرحمٰن صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو نے ایشیائی ملکوں کے ادیبوں کی کانفرنس کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے اپیل کی کہ اردو کے زیادہ سے زیادہ ادیب اور مصنفین اس کی تیاری کمیٹی کے رکن بنیں تاکہ اس کانفرنس میں اردو کی زیادہ سے زیادہ نمائندگی ہوسکے۔

یہ کانفرنس دلی میں دسمبر کے تیسرے ہفتے میں ہوگی۔ کانفرنس سے دو روز پہلے ہندستان کی تمام زبانوں کے ادیبوں کا ایک کنونشن ہوگا۔

اردو ہال کے اس جلسے میں یہ طے پایا کہ مرکزی انجمن ترقی اردو سے خواہش کی جائے کہ وہ کانفرنس سے قبل ہندستان کے تمام علاقوں کے اردو مصنفین کا ایک کنونشن بلائے اور اس کنونشن میں ایشیائی کانفرنس کی مستقل کمیٹی کے اراکین چنے۔

مدھیہ پردیش انجمن ترقی اردو مدھیہ پردیش کے ایک وفد نے جناب بی۔ اے منڈلوئی صاحب سکشا منتری (مدھیہ پردیش) سے ملاقات کی اور اپنی مشکلات بیان کیں۔ اور بعد میں صدر انجمن ریاستی عبدالستار صاحب فاروقی نے ایک یادداشت بھی موصوف کی خدمت میں بھیج دی۔

ریاستی وزیر تعلیم نے بہت ہمدردی اور اخلاق سے وفد کی بات چیت سنی اور فرمایا کہ اب یہ سوال نہیں ہے کہ اردو جاننے والے بچوں کا ان کی مادری زبان میں انتظام ہوگا یا نہیں؟ وہ تو ہوگا ہی۔ اب تو ہم کو اپنی پالیسی کو نافذ کرنے اور عملی جامہ دینے کی فکر ہے۔

کامٹی کمٹھوا میونسپلٹی کے وائس پریسیڈنٹ ڈاکٹر ممتاز احمد خاں خوشتر کامٹی تشریف لائے اور وہاں کی ادبی وعلمی فضا کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے

صدیق اختر انصاری صاحب ناظم نشر و اشاعت شاخ انجمن ترقی اردو نے ۰ اپنا کتاب گھر ۰ کے زیر اہتمام خوشتر صاحب کے اعزاز میں ایک مشاعرہ منعقد کیا جو وقت کی تنگی کے باوجود بہت کامیاب رہا۔

دلچسپ باتیں

پارلیمنٹ میں اردو

۲۲ ستمبر کو پارلیمنٹ قہقہہ زار بن گئی جب پنڈت نہرو نے کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہندستان کیسا ملک ہے، نہ تو صنعتی ہے اور نہ اسے زراعتی کہا جا سکتا ہے اس لئے کہ اب بھی اناج باہر سے منگانا پڑتا ہے پھر آخر یہ ہے کیا؟

اس پر کمیونسٹ ممبر مسٹر ہریندر ناتھ چٹو پادھیا نے کہا "دھوبی کا کتا" اس پر خوب قہقہہ پڑا مگر پنڈت نہرو نے ہنستے ہوئے جواب کہا کہ معزز ممبر یہ اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر فرما رہے ہیں۔ تو اس پر اور قہقہہ پڑا۔

ڈرگ (مدھیہ پردیش)

ڈرگ کا اردو اسکول بند ہوگیا تھا اور بعض تنگ دل لوگ دوبارہ کھلنے نہیں دیتے تھے لیکن زین العابدین صاحب قریشی سکریٹری انجمن ترقی اردو، انوار اللہ بیگ صاحب نجمی صاحب اور گل محمد صاحب کی کوششوں سے دوبارہ اردو اسکول کھل گیا ہے۔

حیدرآباد

اردو ہال حمایت نگر میں اردو مجلس کا جلسہ ہوا۔ جس میں سید رشید الحسن صاحب لکچرار نظام کالج نے "میر کے نشتر" پر اپنا مقالہ سنایا۔ نواب سعید جنگ نے اپنے حالیہ سفر ترکی کے تاثرات بیان کئے اور شعراء صاحبان نے کلام سنایا

غزل

شرر فتح پوری

کس کے روئے حسیں کی یاد آئی
پھر یہ کس نازنیں کی یاد آئی

پھر منور ہوا خرابۂ دل
پھر کسی مہ جبیں کی یاد آئی

دیکھ کر جنتِ جمال حبیب
حسن خلد بریں کی یاد آئی

کل جہاں فرش رہ تھے دیدۂ و دل
پھر اسی سرزمیں کی یاد آئی

آج پھر اشکبار ہیں آنکھیں
آہ کس دل نشیں کی یاد آئی

جانے کیا تھا کہ دیکھتے ہی انہیں
دل غم آفریں کی یاد آئی

غم ہستی ستا رہا ہے شررؔ
پھر مے و ساتگیں کی یاد آئی

غالب کا گھر

شعبۂ آثار قدیمہ حکومت ہند نے دلی میں غالب کے گھر کی مرمت اور نگہداشت کا فیصلہ کیا ہے اس خبر کے ساتھ گھر سے متعلق غالب کے چند شعر دلچسپی سے خالی نہ ہوں گے۔

(۱) اُگ رہا ہے در و دیوار پہ سبزہ غالب
ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے

(۲) ہے خبر گرم ان کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

(۳) وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

(۴) آئے ہے بیکسی عشق پہ رونا غالب
کس کے گھر جائے گا سیلاب بلا میرے بعد

(۵) چل کے اب ایسی جگہ رہئے جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو

(۶) بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیے
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو

پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار
اور اگر مر جائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

چودہ زبانیں

پچھلے دنوں حیدرآباد میں لائبریری کا فنکشن ہوئی تھی اس میں ایک ◆ صاحب نے ایسی نظم پڑھی جس میں ہندستان کی چودہ منظور شدہ زبانوں میں شعر لکھے گئے تھے اور لطف یہ کہ ہر زبان کا شعر اس زبان کے اصلی لب و لہجے میں پڑھا گیا

ہماری زبان

یکم اکتوبر ۱۹۵۶ء

ہفتہ وار ہماری زبان

"ہماری زبان" انجمن ترقی اردو ہند کا نقیب اور ترجمان ہے۔ اس کی اشاعت کا مقصد انجمن کی شاخوں کی کارگزاری بیان کرنا، اردو دنیا کی خبریں دینا، اردو کے اداروں کی خدمات کا جائزہ لینا اور اردو کے تحفظ و بقا کے لئے بیداری پیدا کرنا ہے۔ اس کا چندہ اس لئے نہایت کم رکھا گیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک یہ پہنچ سکے۔ اردو کی بقا کی جدوجہد اب اس منزل پر آگئی ہے کہ ایک پندرہ روزہ اخبار پوری طرح اس مقصد کو پورا نہیں کرسکتا۔ آج کی تیزگام زندگی میں روزآنہ ایسے واقعات ہوتے ہیں جن کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ آئے دن ایسی تقریریں ہوتی ہیں، ایسی تحریکیں اٹھتی ہیں، اردو کی موافقت اور مخالفت میں ایسے خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ پندرہ روزہ اخبار کے دامن میں ان سب کی سمائی نہیں ہوسکتی۔ نیز انجمن اب اپنے لسانی محاذ کو اور مضبوط کررہی ہے۔ اپنی شاخوں کی تنظیم کو مکمل کررہی ہے اور اپنے ادبی پروگرام کو ایک سہ سالہ منصوبے کے ماتحت لارہی ہے ان سب پہلوؤں پر توجہ کے لئے ایک ہفتہ وار اخبار ضروری ہے چنانچہ ۱ر اکتوبر سے ہم "ہماری زبان" کو ہفتہ وار کررہے ہیں۔

ادھر دو تین مہینے سے "ہماری زبان" میں جن خیالات کا اظہار کیا جارہا ہے ان کا رفتہ رفتہ اثر ہورہا ہے۔ ملک کے سنجیدہ اخبار ان خیالات کی حمایت کررہے ہیں۔ ہمارے اداریے کئی اخباروں میں نقل کئے جارہے ہیں یوں بھی ہر طرف سے ہماری زبان کی ترتیب اور اس کے مواد کے متعلق تعریفی خطوط موصول ہورہے ہیں۔ لیکن ہم ہماری زبان کو جس بلندی پر لے جانا چاہتے ہیں وہ ابھی دور ہے۔ ایک طرف ہم اسے اشاعت زبان کے تحت نئے مسائل کا آئینہ دار بنانا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف ہم اس میں ادبی مضامین، بلندپایہ نظمیں اور غزلیں اور ادبی خبریں بھی دینا چاہتے ہیں ہمیں امید ہے کہ ہفتہ وار ہماری زبان اس مقصد کو پورا کرسکے گا۔

اردو کے لکھنے پڑھنے اور بولنے والے سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ "ہماری زبان" ان سب کے خیالات و جذبات کی ترجمانی اور ان کی امنگوں اور آرزوؤں کی تسکین کے سامان بہم پہنچائے۔ ادبی مسائل کے ساتھ ہم علمی موضوعات کی طرف بھی توجہ کرنا چاہتے ہیں۔ علمی و ادبی موضوعات پر مفصل مضامین اور اعلیٰ تحقیق و تنقید کے نمونے تو اردو ادب میں آجاتے ہیں لیکن اس حلقے میں جو قابل قدر کام ہورہا ہے اور جو اچھی کتابیں یا مضامین لکھے جارہے ہیں ان سے ہم اردو داں طبقے کو ہماری زبان کے ذریعے سے واقف رکھنا چاہتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ تمام ادارے اس سلسلے میں ہمارے ساتھ تعاون کریں گے۔

پندرہ روزہ ہماری زبان کے بلند مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا سالانہ چندہ دو روپے رکھا گیا تھا۔ ہفتہ وار "ہماری زبان" بھی بارہ صفحے کا نکلے گا۔ ہم نے چندے میں صرف ایک روپے کا اضافہ کیا ہے۔ یعنی اب "ہماری زبان" کا سالانہ چندہ صرف تین روپے ہوگا۔ اگر خریداروں کی تعداد میں معقول اضافہ ہوگیا تو دفتر کو مزید اخراجات برداشت نہیں کرنا پڑیں گے۔

ہم نے اردو کے ممتاز ادیبوں کا تعاون حاصل کیا ہے اور عن قریب "ہماری زبان" میں چند مستقل ادبی کالم ہوا کریں گے۔ ان میں مزاحیہ کالم بھی ہوگا۔

شاخوں کے تمام کارکنوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقے میں "ہماری زبان" کے خریدار بنائیں۔ تاکہ اعزازی پرچے صرف ممتاز ادیبوں اور ضرورت مند اشخاص کو بھیجے جاسکیں۔

اصلاح رسم خط

انجمن ترقی اردو ہند نے گزشتہ مارچ کے جلسے میں رسم خط کی اصلاح کے لئے ماہرین کی ایک کمیٹی بنائی تھی۔ یہ کوئی نئی تجویز نہیں تھی۔ اس سے پہلے مولوی عبدالحق صاحب نے بھی اس مقصد کے لئے ایک کمیٹی بنائی تھی جس میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، پنڈت کیفی، سید ہاشمی اور سجاد مرزا صاحب تھے۔ اس کمیٹی نے بعض تجاویز پیش کی تھیں جن میں سے کچھ پر انجمن کے مطبوعات میں عمل ہونے لگا تھا مگر وہ سلسلہ زیادہ عرصے تک جاری نہ رہ سکا۔ بعض غیر ذمے دار اخباروں نے ہماری اس کوشش کو اردو زبان کے مٹانے کی کوشش کہا ہے۔ ہمیں حیرت ہے کہ نفرت اور تنگ نظری انسان کو کس قدر گمراہ کردیتی ہے۔ ہم اردو رسم خط کو باقی رکھنا چاہتے ہیں ہمارا ایمان ہے کہ اس خط کی ایک تاریخی اور ثقافتی اہمیت ہے ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہمارا بہت بڑا تہذیبی و علمی سرمایہ اس

رسم خط میں موجود ہے ہمیں اس رسم خط کی خوبیوں کا بھی احساس ہے لیکن دنیا میں کوئی چیز مکمل تمام نہیں کہی جاسکتی ہمارے رسم خط میں کچھ خامیاں بھی ہیں آج اردو داں طبقے کو اپنے دائرے کو بڑھانا ہے ملک میں خواندگی کی رفتار بڑھ رہی ہے پہلے کتابیں پانچ سو اور ہزار چھپتی تھیں، اب دو ہزار اور پانچ ہزار بھی چھپتی ہیں پہلے اخباروں کی اشاعت دو چار ہزار ہوتی تھی، اب دس پندرہ ہزار ہوتی ہے۔ اب کچھ رسالے بہت بڑی تعداد میں چھپتے ہیں درسی کتابوں کی بھی ہزاروں کی تعداد میں ضرورت ہوتی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اس بڑھتی ہوئی اور نئی تعداد کے لئے آسانیاں پیدا کریں اور اور یوں بھی علمی نقطۂ نظر سے اپنے رسم خط کی خوبیوں اور خامیوں کا جائزہ لیں۔ ہم نے جو سوال نامہ جاری کیا تھا۔ اس کے جوابات خاصی تعداد میں آئے ہیں۔ ان میں سے ۲۰۰۱۰ جواب خاصے مفصل ہیں اور ان میں تمام علمی مسائل آگئے ہیں عن قریب ہماری ماہرین کی کمیٹی ان جوابات کا جائزہ لے گی اور ان کی روشنی میں اپنی تجاویز پیش کرے گی۔ ہمیں یقین ہے کہ ان تجاویز سے اردو داں طبقے کو فائدہ ہوگا۔ انجمن اپنی مطبوعات میں ان تجاویز پر عمل کرے گی اور ملک کے ادیبوں اور ادبی اداروں سے سفارش کرے گی کہ وہ بھی ان تجاویز کو اپنائیں علمی و ادبی کام اسی طرح ہوتے ہیں۔ رسم خط کے سلسلے میں ٹائپ کی چھپائی اور ٹائپ رائٹر کے جوڑوں کی مناسبت کا سوال بھی آتا ہے۔ ہمیں ان سوالات پر بھی توجہ کرنا ہے۔ جو لوگ زبان کو مذہب کی طرح مکمل اور حرف آخر سمجھتے ہیں وہ بڑی بھول میں پڑے ہوئے ہیں۔ زبان میں ضرورت اور چلن کے مطابق تبدیلیاں ہوتی ہیں اور ہوتی چاہئیں۔ یہی زبان کی ترقی اور مقبولیت کا راز ہے۔

۱۹۵۵ء کی بہترین کتاب

ہمیں خوشی ہے کہ مرکزی حکومت نے امسال ڈاکٹر عابد حسین کی کتاب "قومی تہذیب کا مسئلہ" کو اردو کی بہترین کتاب قرار دیا ہے اور مصنف کو پانچ ہزار روپے کا انعام دیا ہے۔ یہ کتاب انجمن ترقی اردو ہند کی مطبوعات میں سے ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف ہمارے ان مصنفین میں سے ہیں جن پر اردو داں طبقہ بجا طور پر فخر کرسکتا ہے۔ آپ کے گراں قدر علمی و ادبی کارنامے سب پر روشن ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمت میں ہم صدق دل سے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

انجمن اسلام کا نیا اقدام

انجمن اسلام بمبئی نے حال میں اردو کی چیدہ چیدہ کتابوں کو بجنسہ ہندی رسم خط میں شائع کرنے کا ایک منصوبہ تیار کیا ہے۔ بلکہ مرزا شوق لکھنوی کی زہر عشق اور شفیق قدوائی کی "عالم خیال" شائع بھی ہوچکی ہیں۔ بہت سے لوگ جو اردو سمجھ لیتے ہیں مگر رسم خط سے واقف نہیں ہیں اب ان ادب پاروں کو ہندی رسم خط میں پڑھ سکتے ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ انجمن اسلام نے یہ مفید اور قابل قدر کام شروع کیا۔ اس کے لئے انجمن کے صدر جناب سیف طیب جی اور اس کے پرجوش سکریٹری شہاب الدین دسنوی لائق مبارک باد ہیں۔

جنرل سکریٹری

پروفیسر آل احمد سرور صاحب جنرل سکریٹری انجمن کی بیگم صاحبہ کی علالت کی وجہ سے ادھر ایک مہینہ موصوف کو بہت پریشانی رہی۔ چونکہ لکھنؤ میں آپریشن ہوا۔ اس لئے بار بار وہاں آنا جانا پڑا۔

شکر ہے کہ مریضہ صحت یاب ہوکر علی گڑھ آگئی ہیں۔

اب سکریٹری صاحب وہ خاص خطوط جن کا جواب خود ہی دے سکتے تھے نپٹا رہے ہیں اس لئے بعض ایسے خطوں کے جواب میں کچھ تاخیر ہوجائے گی

(ادارہ)

ہفتہ وار

ہماری زبان

کی

سالانہ قیمت تین روپے

۱۰ اکتوبر سے "ہماری زبان" ہفتہ وار ہوجائے گا خریداروں کے پاس برابر پہنچتا رہے گا۔

خریداروں سے درخواست کی جاتی ہے کہ سالانہ قیمت کے اضافے کی رقم یعنی ایک روپیہ جلد روانہ کردیں، پرچہ ان کے نام جاری رہے۔

منیجر ہماری زبان
سلطان جہاں منزل علی گڑھ

اردو دنیا

بنارس میونسپلٹی اور اردو

وزیر تعلیم ٹھاکر ہرگووند سنگھ نے شری رام نرائن سنگھ کی یوپی اسمبلی میں تحریک التوا پر بتایا کہ بنارس میونسپل منتظم کو سرکار کی طرف سے ہدایت بھیج دی گئی ہے کہ پرائمری اسکولوں میں اردو پڑھنے والوں کے لئے قاعدے کے مطابق انتظام کریں۔

الہ آباد یونیورسٹی میں اردو

الہ آباد یونیورسٹی میں اردو ایسوسی ایشن کا افتتاح کرتے ہوئے وائس چانسلر مسٹر بی۔ این جھا نے طلبا کو مشورہ دیا کہ وہ ہندی اردو کے تنازعہ میں سیاسی لیڈروں کے فریب نہ آئیں۔ اردو کو بھی ایک قومی زبان تسلیم کیا گیا ہے۔

دوسری بہت سی علاقائی زبانیں ہیں جو ہندی سے زیادہ دیسی ہیں اس کے باوجود ان کو ملک کی قومی زبان نہیں بنایا گیا کیونکہ ملک میں ہندی بولنے والوں کی اکثریت ہے۔ مسٹر جھا نے اس امر پر اظہار افسوس کیا کہ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے انھوں نے کہا کہ فرد کی شخصیت پر زبان دانی کا گہرا اثر پڑتا ہے بہت سے ہندو شعراء نے اردو کی ترقی اور فروغ میں بہت بڑی امداد دی اور اسی طرح بہت سے مسلمانوں نے ہندی کے خزانے کو مالا مال کیا تقسیم کے بعد دیہی اشخاص اردو پڑھنے لگے جو اس کی وسعت اور ادب سے واقف تھے اور جن کو اردو پڑھنے کا شوق تھا اردو ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ ڈاکٹر اعجاز حسین نے کہا کہ ڈگری درجہ میں اردو پڑھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور اس وقت اس ڈیپارٹمنٹ میں ڈھائی سو طلبا ہیں۔

اردو کی پرزور حمایت

مرکزی جماعت سلیمن ساونت واڑی کی سلور جوبلی کی صدارتی تقریر کرتے ہوئے بمبئی کے مشہور لیڈر ایس کے پاٹل نے کہا کہ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ اس جماعت کے ذریعے اردو اسکول چلانے کی کوشش جاری ہے۔ ایس کے پاٹل نے کہا کہ زبان کے بارے میں بھی بہت سے لوگوں کے ذہن صاف نہیں ہیں لیکن میں اعلان کرتا ہوں کہ اس ملک کی چودہ بڑی زبانیں جن کا کانسٹی ٹیوشن میں ذکر کیا گیا ہے۔ سب کی سب نیشنل زبانیں ہیں اس میں ہندی بھی ہے اور اردو بھی۔ سب کو ترقی دینا ہمارا فرض ہے۔

اردو کو کبھی زوال نہیں ہوگا

عثمانیہ یونیورسٹی آرٹس کالج میں بزم اردو کا افتتاح کرتے ہوئے وزیر مال مسٹر رنگا ریڈی نے کہا کہ اردو زبان کو کبھی زوال نہیں آئے گا کیونکہ یہی وہ واحد زبان ہے جو ہندوستان کے ہر گوشے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے جہاں تک ریاست حیدرآباد کا تعلق ہے یہاں اردو بولنے والوں کی بھاری اکثریت پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ریاستوں کی تنظیم جدید کے سلسلے میں تلنگانہ اور آندھرا کے انضمام کے بعد نئی ریاست میں اردو کے لئے پانچ سال کا تحفظ حاصل کیا گیا ہے اب یہ اردو داں طبقے کا فرض ہے کہ وہ اس زبان کو ترقی دینے اور اس کو پانچ سال کے بعد بھی مستحق مقام دلانے کی کوشش کرے۔

راجیہ سبھا میں

راجیہ سبھا میں تنظیم جدید کے بل پر تقریر کرتے ہوئے مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ انھیں اندیشہ ہے کہ اتر پردیش اور بہار میں اردو بولنے والے لوگوں کو اپنے بچوں کو مادری زبان میں تعلیم دینے کی سہولتیں حاصل نہیں ہو سکیں گی۔ ڈاکٹر راج بہادر گوڑ نے کہا کہ لسانی اقلیتوں کو جو تحفظات دیئے جا رہے ہیں ان کی نوعیت قانونی ہونی چاہئے

مسٹر مظہر امام نے کہا لسانی اقلیتوں کے تحفظات سے اردو بولنے والے عوام کو فائدہ نہ پہنچے گا

مسٹر اسماعیل نے کہا کہ اردو زبان کو سرکاری حیثیت یا کم از کم اتر پردیش، بہار اور دلی میں علاقائی زبان کی حیثیت دینی چاہئے۔

ملاحظات

انجمن ترقی اردو کا اخبار ہماری زبان ہفتہ وار ہونے والا ہے۔ اردو دوستوں کے لئے یہ خبر مسرت کا موجب ہوگی۔ ہمیں امید ہے کہ وہ اخبار اردو کے نئے مطبوعات کے باب میں بھی اپنے ناظرین کو معلومات بہم پہنچائے گا اور صرف انجمن ہی کی کتابوں کے اشتہار پر اکتفا نہیں کرے گا ("آج کل")

یوم ہندی

بھوپال مدھیہ بھارت، راشٹریہ پرچار سمتی کے نائب صدر شری چمن لال جوشی ایم۔ ایل۔ اے نے اپنے بیان میں کہا: ہمیں یوم ہندی مناتے وقت یہ بات ذہن میں رکھنی ہوگی کہ ہندی کے علاوہ اردو یا دوسری علاقائی زبانوں کی ترقی بھی نہیں رکنا چاہئے۔

کل مرہٹواڑہ اردو کانفرنس

۲۲۔ ستمبر کو پربھنی میں کل مرہٹواڑہ اردو کانفرنس کا پہلا اجلاس مولوی حبیب الرحمٰن صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو حیدرآباد کی صدارت میں شروع ہوا مسٹر انا راؤ گوا نے رکن اسمبلی نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں فرمایا کہ :

اردو نہ صرف مرہٹواڑے میں بلکہ سارے مہاراشٹر میں اپنے لئے شاندار مستقبل پیدا کرے گی : مرہٹواڑے یا مہاراشٹر میں اردو اور مرہٹی کے درمیان کبھی کوئی تلخ بات پیدا نہیں ہوئی۔

مہاراشٹرا کے اردو بولنے والوں میں اردو کے مستقبل سے متعلق مایوسی کا احساس پیدا ہو رہا ہے لیکن یہ مایوسی اردو بولنے والوں کی آئینی اور جمہوری کوششوں سے دور ہو سکتی ہے انھوں نے کہا کہ ریاست حیدرآباد کے دوسرے علاقوں کی طرح مرہٹواڑے میں بھی ایک عرصے تک اردو سرکاری زبان رہی اور آج بھی آبادی کا ایک حصہ اردو کے ذریعے سرکاری کاروبار انجام دیتا ہے صدر استقبالیہ نے کہا کہ اردو مادری زبان والوں کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ جلد از جلد علاقائی زبانوں میں مہارت حاصل کرلیں۔ ہندستان کے ہر شہری کا یہ حق ہے کہ اس کی ابتدائی تعلیم اس کی اپنی مادری زبان میں ہو اس بنا پر تمام اردو بولنے والوں کی ابتدائی تعلیم کا مناسب انتظام ان علاقوں میں کیا جانا چاہئے۔ جہاں اس کی قابل لحاظ آبادی ہو اور جہاں اس کا مطالبہ ہو وہاں اردو بولنے والوں کی ثانوی تعلیم بھی اردو میں ہونی چاہئے۔

صدر استقبالیہ نے اردو کی ترقی کے لئے حکومت پر تکیہ کرنے کی مذمت کی اور کہا کہ اردو بولنے والوں کو متحدہ کوشش اور اداروں کے ذریعہ اردو کی ترقی کی کوشش کرنا چاہئے۔

انھوں نے کہا کہ اردو کوئی غیر ملکی زبان نہیں ہے بلکہ یہ ہندستان ہی کی ایک زبان ہے اور یہ کسی ایک مذہب کے ماننے والوں کی میراث بھی نہیں ہے۔ اردو کی ساخت خالص ہندستانی ہے۔ یہاں کی کھڑی بولی میں فارسی ترکی اور عربی زبان کے الفاظ ملنے سے اردو زبان کی ابتدا ہوئی اس کے سنوارنے میں، اس کو پروان چڑھانے میں ہندستانی مسلمانوں اور ہندوؤں نے برابر حصہ لیا ہے۔

بقیہ: انھوں نے کہا کہ اردو کے ذریعے ہندستانیوں کی تربیت ہو سکتی ہے اور اس لئے ہر ایک ہندستانی کا فرض ہے کہ اردو کی ترقی کو اچھی نظر سے دیکھے اور اس کام میں مدد دے

آخر میں صدر استقبالیہ مسٹر گوانے نے کانفرنس میں شریک ہونے والے مندوبین اور مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ "سیاست"

"جناب حبیب الرحمٰن صاحب کا خطبہ صدارت
آئندہ اشاعت میں دیا جائے گا"

اردو تعلیم کا انتظام

بیگم سلطانہ حیات کنوینر اردو ہفتہ بزم خواتین نے والدین سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو گھر پر اردو پڑھائیں تاکہ وہ کلاس میں کلاس کے معیار سے پیچھے نہ رہیں۔

بچوں کو اردو پڑھانے کے لئے اردو بزم خواتین لکھنؤ نے شہر میں درج ذیل اسکول کھولے ہوئے ہیں تاکہ وہاں بچے ۱۵۔۲۰ روز میں اردو پڑھ کر اپنے کلاسوں میں باآسانی چل سکیں۔

(۱) حسین گنج اسکول نزد پولیس چوکی۔ زیر اہتمام جمیلہ خاتون صاحبہ اس اسکول میں اس وقت تقریباً سو بچے زیر تعلیم ہیں جو بچے اردو پڑھ چکے ہیں ان کے لئے لائبریری قائم کردی گئی ہے۔

(۲) مچھلی محال۔ بر مکان احمد چودھری صاحب زیر اہتمام مسز عباسی صاحبہ اس میں ۳۱ طالب علم اردو پڑھ رہے ہیں۔ اردو لائبریری کی ابتدا کی جا چکی ہے۔

(۳) مولوی گنج بھیری منڈی۔ زیر اہتمام شاکر صاحبہ یہ اسکول ابھی قائم ہوا ہے۔

(۴) نظر باغ۔ بر مکان حیات اللہ انصاری صاحب یہ اسکول ۱۰۔ ستمبر سے جاری ہوگا۔

واضح رہے کہ ان اسکولوں میں مفت تعلیم دی جاتی ہے اور خواتین آنریری طور پر پڑھاتی ہیں

مسز گپتا پرنسپل کشمیری محلہ گرلس انٹر کالج نے اردو بزم خواتین کے ایک وفد کو بتایا کہ آج سے پہلی دوسری اور تیسری کلاس میں اردو شروع ہو گئی ہے۔ پرنسپل صاحبہ عن قریب افسران بالا سے درخواست کرنے والی ہیں کہ ان کے اسکول کو ۲ استانیاں مزید دی جائیں، تاکہ پہلی کلاس سے لے کر پانچویں تک، تمام پڑھائی اردو میں جاری ہو جائے۔ مہیلا ودیالا تعلیم گاہ نسواں لال باغ گرلس اسکول اور کرامت گرلس کالج کی ابتدائی کلاسوں میں اردو بحیثیت ذریعۂ تعلیم کے جاری کرنے کی تیاریاں شروع ہو گئی ہیں۔

(ہماری زبان)

ہمزہ کا املا

(ڈاکٹر نذیر احمد لکھنؤ یونیورسٹی)

املا زبان کے ارکان میں نہایت اہم رکن ہے اس لئے کہ حروف کا صحت کے ساتھ لکھنا اس فن کا موضوع ہے جیسا کہ محمد حسین برہان تبریزی نے برہان قاطع میں لکھا ہے۔

"املا در عرف ارباب کتابت عبارت است از نوشتن
حروف مفرد و مرکبہ بر نہجی کہ اصحاب این فن تعیین کردہ اند"

مگر ہماری زبان کی یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ اس فن کی طرف توجہ روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب لوگ اس کی پابندیوں کے قائل ہی نہیں نظر آتے اور یہی وجہ ہے کہ اب اس موضوع پر کوئی کتاب دیکھنے ہی میں نہیں آتی۔ اس کے برعکس ایران[1] اور اس کے قریب کے دوسرے ملکوں میں اس فن کی طرف لوگ بڑی دلچسپی سے متوجہ ہیں اور اس موضوع پر اچھی خاصی کتابیں مل جاتی ہیں۔ وہاں املا کے حدود کے توڑنے اور اس کے تعینات کے ختم کرنے کی کوشش نہیں ہوتی۔ گو اس سلسلے کی بعض پابندیوں کی بنا پر زبان کے دشوار ہونے کا احساس بھی شدت سے ہے ساتھ ہی یہ رجحان بھی پایا جاتا ہے کہ زبان کو عوام کے قریب ہونا چاہئے۔ اس کے نتیجے میں عامیانہ الفاظ و فقرات عامیانہ محاورات و ضرب الامثال اور عامیانہ لہجہ ادبی زبان میں روز بروز زیادہ ہوتے جا رہے ہیں۔ اس رجحان کے باوجود املا کی پابندیوں کے قائم رکھنے کا خیال اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ زبان کو عوام سے قریب کرنے میں یہ پابندیاں زیادہ حائل نہیں ہو سکتی ہیں۔ اس وجہ سے اردو زبان میں املا کی طرف سے جو بے اعتنائی برتی جا رہی ہے اس کے جواز کی صورت زیادہ افادی نہیں بلکہ صرف نفاذی ہے جس میں افادیت سے زیادہ دوسرے عنصر کار فرما ہیں۔ ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ اردو زبان عوام سے اتنی قریب نہیں جتنی فارسی۔ اس لئے اردو والوں کی اس سلسلے کی کوشش اور بھی کم مستحسن متصور ہوگی۔

بہرحال املا ایک اہم موضوع ہے اور اس کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے، اسی خیال سے آج کی صحبت میں صرف ہمزہ کے املا کے سلسلے میں چند باتیں عرض کی جا رہی ہیں۔

حرف ہمزہ اصلاً عربی ہے جو بعد میں فارسی میں رائج ہوا، پہلوی[2] میں یہ حرف نہیں تھا اور چونکہ فارسی پہلوی سے براہ راست متاثر ہے اس لئے اس حرف کا فقدان موجب حیرت نہیں ہے۔ عربی میں یہ حرف مثل "ع" کے حلقی ہے اور اسی بنا پر شکلاً اس کے مشابہ ہے، یعنی وہ "ع" کے شوشے "ء" سے ظاہر کیا گیا۔ فارسی کے توسط سے یہ حرف اردو میں رائج ہوا اور اتنا رائج ہوا کہ نہ جانے کتنے لفظوں میں یہ حرف صرف ہو گا، جبکہ فارسی میں اس کا استعمال بہت شاذ رہا بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ صرف عربی لفظوں تک محدود رہا تو غالباً غلط نہ ہوگا۔

یہاں ایک نکتہ کی طرف اشارہ ضروری معلوم ہوتا ہے قواعد والوں نے "الف" اور "ہمزہ" میں یہ فرق بتایا ہے کہ "الف" ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور ہمزہ متحرک ہیں "ابجد" میں حرف اول ہمزہ اور حرف چہارم الف ہے۔ مگر ہمزہ اور الف کا یہ فرق بھی دراصل عربی ہے فارسی نہیں گو اب اسے فارسی والوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔

فارسی میں کچھ الفاظ ایسے ہیں جن میں ہمزہ کا استعمال بھی کبھی کبھی ہو جاتا ہے مثلاً خوش خوئی، خوش بوئی، بادہ پیمائی، روشنائی، گویائی، روئیں، آئینہ، روئیدن، گوئیم، گوئید، گوئی وغیرہ۔

لیکن ان میں حقیقی ہمزہ نہیں وہ "ی" کی تخفیف شدہ حالتیں ہیں۔

خوش خوئی[3] = خوش خوی + ی = خوش خویی
خوش بوئی = خوش بوی + ی = خوش بویی
بادہ پیمائی = بادہ پیمای + ی = بادہ پیمایی
روشنائی = روشنای + ی = روشنایی
گویائی = گویای + ی = گویایی
روئیں = روی + ین[4] = رویین
آئینہ = پہلوی Ayenak = آئینہ
روئیدن = بطریق تعدیہ از مصدر رستن مضارع روید، امر دوم شخص مفرد (امر واحد حاضر) "روی" روی + یدن = روییدن
گوئیم = مضارع اول شخص مفرد (واحد متکلم) از گفتن، امر دوم شخص مفرد، گوی + یم = گوییم

---

[1] ان ملکوں کے حروف تہجی وہی ہیں جو اردو کے ہیں اس لئے املا کے مسائل بھی بڑی حد تک یکساں ہیں۔

[2] ساسانی خاندان کی سرکاری زبان یہ خاندان ۶۵۱ء تک ایران پر حکمران رہا اور آخری تاجدار یزدگرد سوم عربوں سے شکست کھایا تو اس خاندان کا خاتمہ ہوا۔

[3] ایسے اسما یا صفات جو الف یا واؤ پر ختم ہوں اگر ان پر "یائے مصدری" کا اضافہ کریں گے تو ی سے قبل ایک اور "ی" کا اضافہ کرنا ہوگا۔ نیز یکی از عطریات باشد آن مس یا کلی کردہ است (برہان قاطع)

[4] نسبت کے لئے۔

چنانچہ قدیم کتابوں میں بجائے ہمزہ کے سادے نقطہ "ی" پائے جاتے تھے اور آج کل بھی یہ اضافت عموماً "ی" ہی سے لکھے جاتے ہیں۔

بہر حال ایران میں یہ بات پوری طرح تسلیم ہو چکی ہے کہ وہ کلمے جن میں درمیان میں یا آخر میں "ء" آتی ہے وہ فارسی نہیں عربی ہیں اور اس ہمزہ کا املا اس طرح ہے۔

(۱) جس ہمزہ کے پہلے حرف مضموم ہے وہ واو کی طرح لکھی جاتی ہے مثلاً مؤکد۔ مؤمن۔ مؤید۔ مؤثر۔ مؤال۔ لؤلؤ۔ تؤام وغیرہ

(۲) جس ہمزہ کے پہلے حرف مفتوح ہے وہ الف کی طرح لکھی جاتی ہے مثلاً تاکید۔ یأس۔ رأفت۔ هیأت۔ جرأت۔ مأیوس۔ مأنوس وغیرہ۔

(۳) جس ہمزہ کے پہلے حرف مکسور ہوتا ہے وہ "ی" کی طرح آتی ہے مثلاً بئر۔ ذئب وغیرہ۔

(۴) مصوت کشیدہ (LONG VOWEL) کے بعد تنہا آتی ہے مثلاً املاء۔ انشاء۔ اداء۔ حکماء۔ فضلاء۔ شعراء وغیرہ مگر اس ہمزہ کو عموماً ترک کر دیا جاتا ہے۔

اردو میں ہمزہ کی دو شکلیں ہیں ء۔ ئ ان میں سے پہلی کم اور دوسری زیادہ مستعمل ہے اور یہ پہلی ہمزہ وہی ہے جو اصلاً عربی کی تھی اور بعد میں فارسی میں بھی رائج ہو گئی۔ البتہ دوسری ہمزہ جو "ی" کے شوشے سے مشابہ ہے ایک بڑی اشتباہ کا نتیجہ ہے جس کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

فارسی میں علامت اضافات تین ہیں: ی۔ ء۔ زیر (ـِ) مثلاً

(۱) خدائی (ـے) سخن۔ قوای (ـے) وقت۔ خوے خوب

(۲) روزنامۂ لکھنؤ۔ خانۂ خدا۔ خطابۂ خوب۔

(۳) کتابِ زید۔ اسپِ خوب۔ برادرِ موہن

فارسی میں علامت اضافت پہلوی زبان سے آئی لیکن وہاں صرف ایک علامت "ی" تھی جو پہلوی 'الفبا' میں "ـہ" ہے۔ ذیل کے فقرے ملاحظہ ہوں۔

لعیم ر صعصہ نعل

نام ی دادار = نامِ دادار (خدا)

سلجہ ر ۱۳ لـم

روچ ی خوردت = روزِ خورداد (بہار کا تیسرا مہینہ ۲۲ مئی تا ۲۰ جون)

کععر ر وععس سو لوسو

جان ی گیہانیکان = جانِ جہانیان

ـــد ر ال لسپ

برات ی خویش = برادرِ خود

ـــو ر مسکووسو سو

دین ی مزدیسنا = دینِ زرتشتی

آپ ملاحظہ کریں گے کہ یہی "ی" فارسی میں ایسے کلموں میں جو مضاف ہوں گے اور الف یا واو پر ختم ہوں گے ویسی ہی باقی رہے گی اور جو کلمات ہای غیر ملفوظی پر ختم ہوں گے ان میں "یائے مختف" کی شکل میں آئے گی اور باقی تمام کلمات میں زیر (ـِ) کی شکل میں تبدیل ہو جائے گی اور فارسی کی یہ زیر پہلوی کی "ی" سے شکلاً بہت مشابہ بھی ہے۔

فارسی کی پرانی کتابوں میں ہای غیر ملفوظی کی حالت میں "ء" کے بجائے پوری "ی" پائی جاتی ہے یعنی نامۂ زید کی جگہ "نامہ ی زید" برابر ملتا ہے چنانچہ آج سے چند دن پہلے ایران میں یہی طریقہ رائج ہو گیا تھا مگر آج کل پھر نصف "ی" کا استعمال عام ہو رہا ہے۔

پہلوی گنتی میں "ایک" کی یہ دو شکلیں ہیں "ـــ" اور "ـــ" جن کو "یک" یا "ئی"[۱] کہتے تھے ان میں دوسری شکل پہلوی الفبا کی "ی" کی بعینہ شکل ہے اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ فارسی میں "ی" تنکیر یا وحدت کے معنی میں بھی مستعمل ہوئی یعنی شخصی (ـــ) = ایک شخص۔

ہای غیر ملفوظی پر ختم ہونے والے اسما میں جب "یائے وحدت" کا اضافہ ہوا تو ان پر "ء" جیسی شکل بناتے تھے اور ہندستان میں آج تک یہی صورت معمول ہے مثلاً خانۂ = ایک گھر نامۂ = ایک خط اس صورت میں بھی "ء" ہمزہ کی شکل نہیں بلکہ "ی" کی مختف صورت ہے چنانچہ فارسی کی پرانی کتابوں میں "خانۂ" کے بجائے "خانہ ای" اور "خانہ ی" پایا جاتا ہے۔ البتہ ماضی نقلی (دوم شخص مفرد) ماضی قریب صیغۂ واحد حاضر) میں مدت تک یہ شکل مروج تھی اور ہمارے یہاں اب تک باقی ہے۔

رفتۂ۔ گفتۂ

تو گیا ہے۔ تو نے کہا ہے

لیکن ایران میں ان کے بجائے رفتہ ای اور گفتہ ای لکھتے ہیں۔ ان میں "ای" کو نہ پہلوی کی گنتی سے تعلق ہے اور نہ اسی زبان کی "ی" سے مگر اس سے یہ پہلو ضرور روشن ہو جاتا ہے کہ "ء" جس کو ہم لوگ ہمزہ کہتے تھے۔ ہمزہ نہیں بلکہ "ی" کی مختف شکل ہے:

---

[۱] فارسی میں یائے مجہول (ـے) اب نہیں ہے۔

[۲] آج کل عام بول چال میں یک کی کاف حذف ہو جاتی ہے۔

اس تفصیل سے ہم ذیل کے نتیجے نکالتے ہیں۔

(۱) ہمزہ کی اصل شکل "ء" ہے، "ا" ہمزہ نہیں ہے اس لئے ہمزہ کے لئے یہ شکل "ء" استعمال کی جائے مثلاً آئے۔ جائے کی جگہ آئے۔ جائے لکھا جائے۔ یا عربی کے اسما جو اردو میں آئیں جن میں بعض ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

(۲) صرف فارسی ترکیبوں میں "ۂ" استعمال ہو اور اسے ہر حال میں "ی" کی مختلف حالت سمجھنا چاہئے مثلاً (ا)۔ ہائے غیر ملفوظی پر ختم ہونے والا اسم جب مضاف ہو تو اس پر یہ شکل "ۂ" بنادی جائے مثلاً خانۂ خدا۔

(ب) مضاف جب الف پر یا واؤ پر ختم ہو تو اس پر ی کے ساتھ ہمزہ (ئ) بڑھانا محض غلط ہے۔ خدائے سخن، کیمیائے سعادت خوئے خوب کی جگہ خدائے سخن، کیمیائے سعادت اور خوئے خوب کبھی نہ لکھنا چاہئے۔ البتہ عربی کے اسما جو ہمزہ پر ختم ہوں ان میں دو صورتیں صحیح ہیں یا ہمزہ کے بجائے "ی" لکھ دی جائے یا صرف ہمزہ ہی باقی رکھی جائے۔ مگر ی اور ہمزہ دونوں کا استعمال کبھی جائز نہ ہوگا مثلاً

انشاء خوب اور انشاے خوب تو صحیح صورتیں ہیں، انشائے خوب بالکل غلط متصور ہونا چاہئے۔

آخر میں ایک بات کی طرف اشارہ ضروری ہے۔ فارسی میں اب واو مجہول اور یائے مجہول کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس لئے "خدائے سخن" کے بجائے "خدای سخن" اور "دوست" کے بجائے "دوست" لکھتے اور بولتے ہیں لیکن چونکہ اردو میں ہم ان کو بڑی پابندی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں اس لئے معروف اور مجہول کا فرق ضرور ہی باقی رکھا جائے گا۔ یعنی یائے مجہول کے لئے یہ شکل "ے" باقی رکھنے کی سخت ضرورت ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ جب ہم فارسی بولیں یا لکھیں تو اہل زبان کی پیروی میں یائے مجہول اور واو مجہول کے استعمال سے پرہیز کریں۔

؎ لیکن واو کے لئے مصوت (vowel) ہونا شرط ہے اگر مصامت (consonant) ہوگا تو "ے" کے اضافہ کی ضرورت نہ ہوگی۔

ڈاکٹر راج بہادر گوڑ کا خطبۂ افتتاحیہ

(بہ سلسلۂ گزشتہ)

مختصر یہ کہ ہندستان اور پاکستان کے درمیان تہذیبی فضا کو ہموار کرنا اور تعلقات کو استوار کرنے میں اردو زبان کی ادبی اور تہذیبی تخلیقات ایک خاص مقام رکھتی ہے اور بغض و عناد کے اس اندھیرے میں امن و آشتی اور بھائی چارے کا دیپ بن کر آتی ہیں۔

آج ملک بھر میں اردو کانفرنس کا جو سلسلہ جاری ہے وہ ایک نئی بیداری کی نشان دہی کرتا ہے اور ایک اچھے مستقبل کی ضمانت و بشارت دیتا ہے۔

لیکن محض بیداری سے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوں گے ضرورت وسائل کو اکٹھا کرنے اور تنظیم کو مضبوط کرنے اور اس میں مرکزیت پیدا کرنے کی ہے جس طرح ہماری مذہبی ضروریات کی تکمیل کے لئے مذہبی ادارے موجود ہیں اور جس طرح ہمارے سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لئے سیاسی تنظیمیں موجود ہیں اسی طرح ہمارے وسیع تعلیمی اور تہذیبی اغراض کو پورا کرنے کے لئے ایسی تعلیمی اور تہذیبی تنظیمیں بھی ضروری ہیں جو بلا لحاظ مذہبی عقائد اور سیاسی مکتب خیال ہماری تعلیمی و تہذیبی ضروریات کو پورا کریں۔ ملک بھر میں اردو بولنے والوں کی ایک الگ علمی و ادبی تنظیمیں ہیں لیکن ابھی ان میں انتشار ہے اور مرکزیت کا فقدان ہے پھر بھی انجمن ترقی اردو ہند ہی ایک ایسی بڑی اور کل ہند تنظیم ہے جو بڑی حد تک ہماری اس غرض کو پورا کرتی ہے اور کرتی آئی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہماری صوبائی اور مقامی تنظیموں کی کچھ اس طرح تنظیم جدید کی جائے کہ ہم سب انجمن ترقی اردو ہند سے وابستہ ہوسکیں خود ہمیں آندھرا پردیش میں اردو کی حفاظت اور اشاعت کے ساتھ اس کے خزانے میں مستقل اور مسلسل اضافے کی کوشش کرنی چاہئے۔ چنانچہ یہ ایک خوشی کی بات ہے کہ آندھرا کے پبلشر منشی پریم چند کی کہانیوں اور ناولوں کا ترجمہ چھاپ رہے ہیں اور یہ مقبول ہو رہے ہیں آج بھی تلگو ادبی تخلیقات سے اردو والے عوام کو روشناس کرانا ہے اور اس تہذیبی ورثہ سے فیض یاب ہونا ہے۔

آپ کی رائے

• ہماری زبان" کی کون کون سی چیزیں آپ کو پسند ہیں اور کیوں؟ براہ کرم اپنی رائے سے مطلع فرمایئے۔ اس کے بہتر بنانے کے لئے آپ کی کوئی تجویز ہو تو وہ بھی لکھئے۔

خطبۂ صدارت کل ہند اردو مجلس آندھرا

ڈاکٹر وی کے سیتہ وادی ممبر پارلیمنٹ

(بہ سلسلۂ گزشتہ)

بلاشبہ ہندستان میں مسلمانوں کا مذہبی لٹریچر اردو میں ہے لیکن اگر صرف اتنی سی بات سے یہ زبان مسلمانوں کی زبان بن سکتی ہے تو ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں سے بھی وہ کون سی زبان ہے جو اردو میں ترجمہ نہیں کی گئی۔ آخر آج ہندوؤں میں کتنے لوگ ہیں جو وید شاستروں کو ان کی اصل زبان میں سمجھ سکتے ہوں۔ لیکن اس کے باوجود ہم اسے ہندوؤں کی زبان نہیں کہہ سکتے۔

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بدیشی سیاست دانوں کی چال کام کر گئی، اردو مسلمانوں کی اور ہندی ہندوؤں کی زبان بن گئی ۱۹۴۷ء سے پہلے جب فرقہ پرستی کا بھوت ننگا ناچنے میں مصروف تھا بعض وہ مسلمان لیڈر بھی اردو کو مسلمانوں کی زبان کہنے لگے جو خود انگریزی ہی بولتے تھے۔ اور ملک کی تقسیم کے بعد غیر محسوس طور پر ایسا مانتے رہے۔

آج ملک میں ایک سیکولر حکومت قائم ہے۔ اس نے ہندی کو سرکاری زبان قرار دیا ہے۔ مگر اس لئے نہیں کہ وہ ہندو اکثریت کی زبان ہے بلکہ پنڈت جواہر لال نہرو کے الفاظ میں۔

" ہندی کو سرکاری زبان بنانے کا فیصلہ اس
لئے کیا گیا ہے کہ اس کو تمام لوگ سمجھتے ہیں۔ "

حیدرآباد میں ہندی پرچار سمیتی کے اجلاس میں صدر ناجندہ پرشاد نے کہا کہ ہندی کو سرکاری زبان صرف اس لئے بنایا گیا کہ مختلف صوبوں کے اور مرکز کے درمیان تال میل قائم رکھنے میں سہولت ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ مقصد نہ اس اردو سے پورا ہو سکتا ہے جو ثقیل اور سخت عربی رنگ میں ہو۔ نہ اس ہندی سے جس کو سنسکرت کا لبادہ اڑھا دیا گیا ہو۔ یہ سرکاری ہندی زبان " ہندوؤں کی زبان نہیں بلکہ ہند کے طول و عرض میں بولی جانے والی ہندی ہے۔ سچ ہے کہ ہندی کے نوشوق علمبردار ایسی ہی سنسکرت آمیز زبان کو رائج کرنے کے جنون میں مبتلا ہیں۔ لیکن اگر یہ بات قابل عمل ہوتی تو آج ملک میں سنسکرت کا راج ہوتا۔ اور ہمیں سرکاری زبان کے طور پر ہندی کو نہ اپنانا پڑتا۔

یہ بات قابل اطمینان ہے کہ فرقہ پرستی کا نشہ اتر چکا ہے اور اب دماغوں پر محض کچھ خمار باقی ہے۔ فضا سازگار اور امید افزا ہے۔ اردو ہندی کی اجنبیت دور ہو کر ہم پھر ایک نقطے پر ملیں گے۔ یہ فطرت کا تقاضا ہے ہمیں اردو کے معاملہ میں ہر قدم اٹھانے سے پہلے جانچ تول کر لینا چاہئے کہ ہم غیر محسوس طور پر اسی زہر کا شکار ہو کر اردو کا کیس خراب تو نہیں کر رہے ہیں۔

اس بات کے اظہار میں مجھے کوئی خوف نہیں کہ بعض اردو مجالس آج بھی اردو کا کیس پیش کرتے وقت اسلامی تہذیب اور زبان کی اصطلاحات استعمال کر رہی ہیں۔ میں عجیب پریشان ہوں کہ ہندی، ہندوؤں کی زبان بن گئی اردو پر مسلمان قابض ہو گیا۔ میں کدھر جاؤں؟ معاف کیجئے آپ کی کل آندھرا اردو مجلس کا دامن بھی اس الزام سے پاک نہیں ہے۔ اردو کو صرف مسلمانوں کا حلقہ مفاد قرار دے کر آپ ہم ایسے لوگوں کا راستہ بند کر رہے ہیں۔ ہم نہ اردو والوں میں رہے نہ ہندی والوں میں۔ وہ بات شاید ہم پر ہی صادق آتی ہے کہ

زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب اردو کی ہمہ گیری کا سوال سامنے آتا ہے تو مخالفین کی بات چھوڑیئے اس کی حمایت کرنے والے بھی غیر محسوس طور پر اس کے دائرۂ اثر کو محدود کر دیتے ہیں۔ پچھلے دنوں لسانی کمیشن کے سامنے انجمن ترقی اردو کی شاخ کرنول کے وفد نے جب اردو کے مسئلے پر ایک یادداشت پیش کی تو اس میں اس امر کی وضاحت کی گئی تھی کہ آندھرا اسٹیٹ میں " مسلمانوں اور اردو کا کیا مقام ہے " میں پھر عرض کرتا ہوں کہ مسلمانوں اور اردو کے تعلقات باہم کچھ بھی ہوں لسانی کمیشن کے سامنے ہمیں اردو اور صرف اردو کے متعلق ہی یادداشت پیش کرنی چاہئے۔ اس وفد کی جو اطلاع " ہماری زبان " کی ۸ار جنوری ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں درج ہے اس میں اراکین کمیشن کو بتایا گیا کہ " آندھرائی مسلمانوں اور بعض غیر مسلموں کی مادری زبان اردو ہے "

آپ بتائیں کہ پھر ان لوگوں کو جھٹلانے کے لئے آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔ جو اردو کو ایک فرقہ کی زبان سمجھتے ہیں۔ اور جس کی تردید کے لئے " ہماری زبان " کے اوراق صرف ہو رہے ہیں۔

امر واقعہ یہ ہے مجلس اقوام متحدہ کے شعبہ لسانیات

نے دنیا کی تیرہ ہزار زبانوں میں چینی اور انگریزی کے بعد اردو بولنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ بتائی ہے۔

عام طور پر یہ شکایت کی جاتی ہے کہ صوبائی حکومتوں نے اردو کے متعلق جو مخالفانہ رویہ اختیار کیا ہے اس کے لئے وہ مردم شماری کے اعداد و شمار کی توڑ لیتی ہیں یقیناً اس شکایت میں وزن ہے ہمیں معلوم ہے کہ گزشتہ چالیس سال سے مردم شماری بھی سیاسی اثرات کے شکنجے میں گرفتار ہے۔ پنجاب کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے دوران وہاں زبان کے اندراجات پر جو ہنگامے ہوئے ان کی بنا پر زبان کے اعداد و شمار ہی رپورٹ سے خارج کر دیئے پڑے تھے۔ وہاں پنجابی صوبہ کے خوف سے تمام پنجابی بولنے والے ہندوؤں نے اپنی زبان ہندی درج کرائی تھی۔ حالانکہ وہاں مندروں میں سندھیا کی کتابیں اور وید منتر بھی اردو رسم الخط میں چھپتے ہیں۔ ہندی ہماری ملکی زبان ہے۔ ہم اس پر فخر کرتے ہیں۔ لیکن نہ ہم غلط اعداد و شمار سے ہندی کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ اردو کا اس سے نقصان ہو سکتا ہے۔ تاہم حکومتی اداروں کے لئے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ کسی زبان کے متعلق اپنی پالیسی کی بنیاد اعداد و شمار پر رکھیں خاص طور پر جب وہ اعداد و شمار غلط بھی ہوں۔ حکومت کی پالیسی بالکل واضح ہے۔ حد بندی کمیشن کی رپورٹ پر بحث میں حصہ لیتے ہوئے پنڈت جواہر لال نہرو نے اقلیتوں کی زبان کے لئے تحفظات کا تذکرہ فرمایا اور کہا کہ "اس امر کے بالکل واضح تحفظات مقرر کئے جائیں کہ تمام ملک میں ہر زبان کے ساتھ ہر جگہ منصفانہ برتاؤ کیا جائے۔"

بدقسمتی کی بات ہے کہ دستور کی چودہ زبانوں میں ایک اہم زبان ہونے کے باوجود اردو کو جائز طور پر وجہ شکایت پیدا ہو رہی ہے۔ اس شکایت کو خود وزیر اعظم نہرو کے الفاظ میں دہرا دینا کافی ہے۔ انھوں نے کانگریس کے سالانہ اجلاس منعقدہ امرتسر میں فرمایا کہ

"میں آپ سے یہ کہتے ہوئے شرمندہ ہوں کہ
ابھی تک میرے صوبے میں اردو کا خوف ہے
مجھے افسوس ہے کہ ہندی والے اردو سے
خائف ہیں۔ اردو میرے صوبے کی زبان
ہے اور مجھے اس پر فخر ہے اسے کیوں
دبایا جائے۔"

نئی دہلی میں ایک عام جلسے میں تقریر کے دوران آپ نے فرمایا کہ:

"ہندی کے ان حامیوں کو جو اردو کے وجود ہی سے
انکار کرتے ہیں۔ میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ اردو کو
ٹھکرا کر وہ کسی طرح بھی ہندی کو ترقی نہیں دے
سکتے۔"

اردو کو صوبائی حکومتوں میں جن حالات کا سامنا ہے اس کی وضاحت وزیر اعظم کے ان الفاظ میں موجود ہے میں اس کی تفصیل میں جا کر آپ کا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔

دستور کی ترتیب کے وقت جب سرکاری زبان کا فیصلہ ہوا۔ اور اقلیتوں کے خدشات سامنے آئے تو ان کے اطمینان کے لئے دفعہ ۳۴۷ وضع کی گئی اور چودہ علاقائی زبانیں قرار دی گئیں۔ اس وقت اسے کافی سمجھا گیا لیکن گزشتہ آٹھ سال کے تجربے نے ثابت کر دیا کہ اس دفعہ کے باوجود آج خود وزیر اعظم کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اردو کا نام دستور میں درج ہونے کا نتیجہ کیا ہے۔ پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا کہ:

"میں اس بات کو بالکل نہیں سمجھتا کہ اردو کا نام
ہمارے دستور میں درج ہے۔ کیا وہ صرف
اس لئے درج ہے کہ آسمان پر رکھی رہے
اور زمین پر نہ اتر سکے۔ یہی تنگ نظری ہے
اور میں اس پر اعتراض کرتا ہوں۔"

اس صورت حال کی وجہ دراصل خود دستور کی دفعہ ۳۴۷ ہے جس کے الفاظ اس قدر مبہم ہیں کہ آج اس کی ایسی تاویلات کی جا رہی ہیں کہ ان کی روشنی میں اردو کے لئے دستور کے آسمان سے ملک کی زمین پر اترنے کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رہ جاتی۔ حد بندی کمیشن نے علاقائی زبان کے لئے تیس فیصدی کی شرط لگا کر دستور کی مذکورہ دفعہ اور تحفظات کو بالکل ہی معطل کر دیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ انجمن ترقی اردو نے بیس لاکھ دستخطوں سے صدر جمہوریہ کو جو یادداشت پیش کی تھی اس میں حکومت کو اردو کے متعلق کوئی کیس نظر نہیں آیا۔ جیسا کہ نائب وزیر داخلہ نے ۱۲ اپریل کو میرے ایک سوال کے جواب میں پارلیمنٹ میں بیان دیتے ہوئے انکشاف کیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں دستور کی اس دفعہ میں ایسی ترمیم کا مطالبہ کرنا چاہئے جس سے یہ ابہام دور ہو کر اقلیتی زبانوں کا مستقبل محفوظ ہو سکے اور وہ حکومت کی منصوبہ بندی میں اپنا مقام طلب کر سکیں۔

انجمن کی کتابیں

شعرا کے انتخابی سلسلے کی ۸ کتابیں

(۱) مجاز قیمت ۱۲ر آنے (۲) فیض قیمت ۱۲ر آنے (۳) مجروح سلطانپوری قیمت ۱۲ر آنے
(۴) اختر شیرانی ” ۱۲ر آنے (۵) جوش ملیسانی ” ۱۲ر آنے (۶) احمد ندیم قاسمی ” ۱۲ر آنے
(۷) وحید قیمت ۱۲ر آنے (۸) مخدوم قیمت ۱۲ر آنے

حیات اجمل

اس کے مرتب قاضی محمد عبدالغفار صاحب ہیں۔ اس سوانح حیات کا بہت دنوں سے انتظار تھا۔ اس میں مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب کی سوانح عمری ہی نہیں بلکہ اس دور کی پوری سیاسی تحریکات کا خاکہ پیش کیا گیا ہے جس میں حکیم صاحب مرحوم کے عظمت و کردار کا پتہ چلتا ہے۔ قیمت مجلد آٹھ روپے

۱۔ اردو ہندی ڈکشنری	مرتبہ انجمن	قیمت	۲۰/-
۲۔ اسلام کے علاوہ مذاہب کی تبلیغ میں اردو کا حصہ	ڈاکٹر محمد عزیز	قیمت	۸/۸
۳۔ باپو کے قدموں میں	ڈاکٹر راجندر پرشاد	”	۱۵/-
۴۔ سیاسیات کے اصول	ہارون خاں شروانی		
” ”	حصہ اول		۲/-
” ”	حصہ دوم		۲/-
” ”	حصہ سوم		۱/-
۵۔ مرقع افغان (لودھی خاندان کی تاریخ)		”	۳/۴
۶۔ ہندی ادب کی تاریخ	ڈاکٹر محمد حسن	”	۵/۸
۷۔ قومی تہذیب کا مسئلہ	ڈاکٹر عابد حسین	”	۶/-
۸۔ ہندستانی سماجیات	ڈاکٹر جعفر حسین	”	۴/۸
۹۔ ادبی قومی تذکرے حصہ اول	کشن پرشاد کول	”	۶/۸
۱۰۔ ” ” ” حصہ دوم	”	”	۴/۸
۱۱۔ اسلامی فن تعمیر	سید مبارز الدین	”	۶/-
۱۲۔ کچھ زر کی بابت	ابو سالم		۴/۸
۱۳۔ نفسیات افواہ	ولی الرحمن	قیمت	۱/۱۲
۱۴۔ اطلاقی سماجیات	ڈاکٹر جعفر حسن	”	۴/۸
۱۵۔ انواع فلسفہ	ظفر حسین خاں	”	۵/۸
۱۶۔ ایک مشرقی کتب خانہ	مبارز الدین رفعت	”	۲/-
۱۷۔ مذہب اور دھرم	مہاتما گاندھی	”	۴/-
۱۸۔ مشترکہ زبان	” ”	”	۴/۸
۱۹۔ پرچھائیں	آصف علی	”	۴/-
۲۰۔ حیات سرسید	نور الرحمن	”	۲/۸
۲۱۔ حیات اجمل	قاضی عبدالغفار	”	۸/-
۲۲۔ محاسن کلام غالب	ڈاکٹر بجنوری	”	۴/۱
۲۳۔ میر تقی میر	خواجہ احمد فاروقی	”	۱۲/-
۲۴۔ احوال غالب	مختار الدین آرزو	”	۹/-
۲۵۔ نقد غالب	” ”	”	۱۰/-
۲۶۔ دھبہ	منور لکھنوی		۳/-
۲۷۔ ترقی پسند ادب (نیا اڈیشن مع ترمیم و اضافہ)	سردار جعفری		۶/-

حیات سرسید

مصنفہ نور الرحمن۔ سید مرحوم کے ان گنت احسانات ہماری قوم پر ہیں۔ وہ ہماری قوم کے سب سے بڑے آدمیوں کے کارنامے قوم میں زندگی کے روح پیدا کرتے ہیں۔ اس کتاب میں سید مرحوم کی عظیم الشان زندگی کا خاکہ پیش کیا گیا ہے تاکہ عام پڑھنے والے ان کے بڑے بڑے کاموں اور ان کی زندگی کے خاص پہلوؤں سے واقف ہو جائیں۔ قیمت ۲/۸

ہماری زیر طبع کتب

(۱) ذکر حافظ — سید سجاد ظہیر
(۲) انتخاب کلام میر — ڈاکٹر عبدالحق
(۳) اردو کی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام — ڈاکٹر عبدالحق
(۴) یادگار حالی (نیا اڈیشن مع ترمیم و اضافہ) — صالحہ عابد حسین
(۵) ترقی پسند ادب (” ” ”) — سردار جعفری
(۶) امراؤ جان ادا اور دوسرے مضامین — خورشید الاسلام

شعرا کے انتخابی سلسلے کی مندرجہ ذیل کتابیں

(۱) کیفی (۲) آزاد (۳) جذبی (۴) اختر انصاری (۵) شاد عارفی

انتخاب جدید — مرتبہ آل احمد سرور — قیمت ۳/- روپے

• پبلشر آل احمد سرور • نیشنل پرنٹرس کمپنی علی گڑھ